پروفیسر عبدالقیوم

اسلامی علوم کی ترویج

میں

شاہ ولی اللہ کی خدمات

حضرت شاہ ولی اللہؒ مردِ حق آگاہ بھی تھے اور رموزِ دین اور حقائقِ زندگی کے شناسا بھی۔ ان کی حقیقت بیں اور دُور رس نگاہوں نے مسلمانوں کے حال و مستقبل کا جائزہ لیا اور شاہ راہِ عام سے ہٹ کر اپنے لیے الگ طریق تجویز کیا اور تمام سیاسی، دینی اور اجتماعی مسائل کا حل اسلامی علوم کی اشاعت و ترویج میں ڈھونڈ نکالا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار اور ترقی کا راز اسلامی علوم سے آگاہی اور واقفیت میں مضمر ہے۔ پھر علم کے بعد عمل ایک منطقی نتیجہ ہے۔ اور یہی وہ رمز تھی، جسے حجۃ الاسلام، قطبِ دَوران، مجدّدِ زمان حضرت شاہ ولی اللہ نے پا لیا تھا۔

ترویج علومِ اسلامی کا منصوبہ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جیّد اور متبحّر عالمِ دین ہونے کے علاوہ بلند پایہ مفکر بھی تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ قرآن و سنت پر گہری نظر تھی۔ رموزِ شریعت اور اسرارِ دین میں اپنے لیے امتیازی مقام پیدا کر لیا تھا۔ آپ کے انقلابی ذہن نے سوچ اور فکر کی نئی راہیں تلاش کیں۔ شریعت اور طریقت کی آمیزش سے نیا اندازِ فکر اختیار کیا۔ فقہیات میں تجدد و تفکر کے نئے دروازے کھول دیے۔ فکری کاوش اور فقہی صلاحیت و استعداد نے اجتہاد اور تفقّہ کی امامت بخشی۔ ان اوصاف کی روشنی میں آپ نے وقتی تقاضوں اور ملّی ضرورتوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور حالات کے پیشِ نظر اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے پانچ نکاتی منصوبہ مرتب فرمایا۔ جو درج ذیل ہے:

۱۔ درس و تدریس

۲ - نصابِ تعلیم میں تبدیلی

۳ - سلسلۂ تصنیف و تالیف :

(الف) تفہیم القرآن ،

(ب) ترویج و اشاعتِ حدیث

(ج) رموزِ دین اور اسرارِ شریعت ،

(د) اسلامی عقائد و عبادات کی تبلیغ و توضیح

۴ - اسلامی تصوّف کا احیاء -

۵ - اسلامی معاشرے کا قیام

درس و تدریس

درس و تدریس کا شغف شاہ ولی اللہؒ کو اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے ورثہ میں ملا تھا - ۱۱۳۱ھ (بمطابق ۱۷۱۸ء) میں والد کی وفات کے بعد پندرہ سولہ برس کی عمر میں "مدرسۂ رحیمیہ" کی مسندِ تدریس پر بیٹھے - شاہ صاحب موصوف تعلیم کے اعجاز اور مقناطیسیت سے باخبر تھے، بچّے کی تعلیم و تربیت میں مدرسہ کی اہمیت سے بھی واقف تھے - ان کے نزدیک تعلیم اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے - آپ علم اور زندگی کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کرنے کے قائل نہ تھے - شاہ صاحب یہ خوب جانتے تھے کہ علم زندگی کے لیے ضروری ہے ، اور ایسا علم جسے زندگی سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہ ہو ، بے کار ہے - آپ بچے کو زندگی کی تگ و دَو اور کش مکش کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے - شاہ صاحب کی تعلیمی اقدار خالص اسلامی تھیں - وہ اسلامی ماحول پیدا کر کے بچّوں کو اسلامی سانچوں میں ڈھال کر اسلامی معاشرے کی تشکیل کرنا چاہتے تھے اور اسی بلند مقصد کے پیشِ نظر حضرت شاہ صاحب نے اسلامی علوم کی ترویج کے لیے تعلیم و تدریس کو بڑا ذریعہ بنایا ، اور زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف و منہمک رہے - یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ مدرسہ علوم کی اشاعت و ترویج کے لیے پہلا اہم زینہ ہے -

دلّی میں مسلسل بارہ برس تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں حج بیت اللہ کی نیت سے رختِ سفر باندھا - ارضِ مقدسہ میں پہنچ کر مقامی علماء اور اساتذہ

سے رابطہ قائم کیا۔ حرمین شریفین میں دو برس قیام کیا۔ اس دوران میں مشاہیر اساتذہ کے درس میں شامل ہوتے رہے، بالخصوص شیخ ابوطاہر مدنی سے بہت فیض یاب ہوئے۔ نیز وہاں کے تعلیمی طریقوں اور اصولِ تدریس کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ حج سے واپسی پر "مدرسہ رحیمیہ" میں پھر سلسلۂ درس و تدریس جاری کر دیا، اور دمِ واپسیں (۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۳ء) تک تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

شاہ صاحب کا معمول یہ تھا کہ پہلے قرآن مجید کا درس دیتے، درسِ قرآن میں متن پڑھانے کے بعد آیات کا صحیح مفہوم سمجھا دیتے۔ جب طالب علم قرآن مجید پڑھ لیتا اور اس کی آیات کا مفہوم اس کے ذہن نشین ہو جاتا تو اس کو حدیث پڑھاتے۔ لیکن حج بیت اللہ سے واپسی پر حدیث نبوی کی ترویج میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ کے لائق فرزند شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین سے واپسی پر آپ نے اپنے اوقاتِ عزیز کو تین اہم مشاغل میں صرف کرنے کے لیے مخصوص کر دیا تھا:

(۱) صبح کے وظائف و اوراد کے بعد دوپہر تک حدیث کا درس دیتے تھے اور دورانِ درس حقائق و معارف کے دریا بہاتے تھے۔

(۲) حقائقِ دین، رموزِ شریعت اور معرفت و تصوف کے اسرار و غوامض سے طالبانِ علم دین کو مستفیض فرمایا کرتے۔

(۳) تصنیف و تالیف اہم شغل تھا اور اس پر کافی وقت صرف فرماتے تھے۔

نصابِ تعلیم میں تبدیلی

مرورِ زمانہ سے نصابِ تعلیم اور طریقِ تدریس میں کئی نقائص اور عیوب پیدا ہو چکے تھے۔ بارھویں صدی ہجری کے اس عالی دماغ انسان نے ضروری سمجھا کہ اسلامی علوم کی ترویج کے لیے آسان اور موزوں نصابِ تعلیم تجویز کیا جائے اور ذہنی و فکری جمود کو توڑنے کے لیے طریقۂ تدریس میں بھی تبدیلی پیدا کی جائے۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف نے نصابِ تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت اور نئے نصابِ تعلیم کا خاکہ اپنے ایک مختصر رسالہ وصیت نامہ کی چھٹی وصیت میں پیش کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"پہلے طالب علم کے ذہن کے مطابق صرف و نحو کے تین چار مختصر رسالے پڑھائے جائیں۔ بعد ازاں عربی زبان میں تاریخ یا حکمتِ عملی کی کوئی کتاب پڑھائی جائے۔ مطالعہ کے دوران میں مشکل الفاظ کے

مادّے، جیسے کہ لغت کی کتابوں میں ملتے ہیں، بتائے جائیں۔ اور تمام مشکل الفاظ حل کیے جائیں۔

جب طالب علم کو عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جائے تو امام مالکؒ کی مؤطّا بروایت یحییٰ بن یحییٰ المصمودی پڑھائیں۔ یہ کتاب ہرگز نظر انداز نہ کی جائے۔ کیوں کہ یہ کتاب علم حدیث کی بنیاد ہے، اس کے مطالعہ میں بڑی برکتیں ہیں اور مجھے اس کتاب کے مسلسل سننے کا شرف حاصل ہے۔

پھر قرآن مجید اس طرح پڑھائیں کہ محض قرآن پڑھیں اور اس کا ترجمہ کریں، مگر تفسیر بالکل نہ پڑھائیں۔ اگر کوئی نحوی دقت یا شانِ نزول سے متعلق مشکل درپیش ہو تو ٹھہر جائیں اور بحث و تمحیص سے ان مشکلات کو حل کریں۔ ترجمہ پڑھ لینے کے بعد تفسیر جلالین کا اتنا ہی حصّہ پڑھائیں۔ یہ طریقہ بڑا بابرکت اور مفید ہے۔

اس کے بعد ایک وقت میں تو صحیح بخاری یا صحیح مسلم، نیز فقہ، عقائد اور سلوک کی کتابیں پڑھیں اور دوسرے وقت میں کتب دانشمندی، جیسے کہ شرح مُلّا جامی اور قطبی وغیرہ پڑھیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک دن مشکوٰۃ کا سبق پڑھیں اور دوسرے دن اتنے حصّے تک شرح طیبی کا مطالعہ کریں۔ یہ طریق بہت نافع ہے"۔

اسی طرح حضرت شاہ صاحب نے اپنے ایک مستقل رسالہ دانشمندی میں اسلامی علوم کے طریقہ تعلیم اور اصولِ تدریس سے تفصیلی بحث کی ہے۔

مجھے اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ آج برعظیم پاکستان و ہند میں درسِ قرآن و حدیث کے چرچے حضرت شاہ صاحب کی انہی کوششوں کے رہینِ منت ہیں۔ اور انہی مساعی جمیلہ کی بدولت پاکستان کے ہزاروں دینی مدارس باحسن وجوہ چل رہے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ یہی تعلیم روحانیت پیدا کرتی ہے، اسلامی ثقافت و معاشرت کے صحیح تصوّر کو جلا بخشتی ہے، انسانوں کے اخلاق بناتی ہے، زندگی کا زاویۂ نگاہ بلند کرتی ہے، اُخروی زندگی کے صحیح تصورات کی ضمانت دیتی ہے اور اسلامی اقدار کو ذہنوں میں مرتسم کرتی ہے۔ اس تعلیم کا اثر موجودہ نسلوں تک ہی محدود نہیں رہتا، آئندہ نسلیں بھی اس کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ غرضکہ فرد اور معاشرے کے کردار و سیرت پر دینی تعلیم کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

تصنیف و تالیف

اسلامی علوم کی ترویج کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے منصوبے کی تیسری شق تالیف و تصنیف کا سلسلہ تھا۔ منصوبے کا یہ حصہ بھی بہت اہم ہے۔

قرآن مجید تمام اسلامی علوم کا اولین سرچشمہ ہے۔ لیکن ملت اسلامیہ کی بدقسمتی کہیے کہ یہ کتاب ہُدیٰ عام مسلمانوں کے لیے ایک عرصہ سے ناقابلِ فہم اور ناقابلِ عمل ہو چکی تھی۔ مسلمان عوام اس نسخۂ کیمیا کو ایک مقدس اور متبرک کتاب تو مانتے تھے، لیکن یہ احساس اور عقیدہ مدھم بلکہ گم ہو گیا تھا کہ تبرک و تقدس کے ساتھ قرآن مجید پوری ملت اور قوم کے لیے مکمل ضابطۂ حیات اور جامع دستورِ زندگی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک شاہکار یہ بھی ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کو عام رواج دینے کے لیے فتح الرحمٰن کے نام سے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا اس عہد میں یہ کوشش بڑی مبارک اور مستحسن تھی کہ عوام کو کلامِ پاک سمجھنے کا موقع بہم پہنچایا جائے۔

شاہ صاحب کا ترجمہ بڑی خوبیوں کا حامل ہے۔ خود شاہ صاحب نے فتح الرحمٰن کے مقدمہ میں ان خصوصیتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ ترجمہ بعد میں آنے والے مترجمین کے لیے دلیلِ راہ اور سند بن گیا۔ جمہور مسلمان قرآن مجید کے اغراض و مقاصد سے یکسر کورے ہو گئے تھے۔ قرآن مجید کی دعوت اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے سے بالکل عاری تھے۔ صرف علمائے کرام، اور وہ بھی گنتی کے، اس مقدس کتاب تک رسائی پاتے تھے۔ اس صورتِ حالات میں حضرت شاہ صاحب نے فتح الرحمٰن لکھ کر امتِ محمدیہ پر بڑا احسان کیا۔ قرآن فہمی کا راستہ کھول دیا اور دین کو سمجھنے کے لیے راہ ہموار کر دی۔

شاہ صاحب موصوف نے محض ترجمہ ہی نہیں کیا، بلکہ فوائد کے نام سے ذیلی تعلیقات کی صورت میں جا بجا مختصر مگر پرمعنی تشریحات بھی تحریر فرمائی ہیں۔ ایک ایک جملہ پُرمغز، مطلب خیز اور حقیقت افروز ہوتا ہے اور کسی بڑے اشکال کا حل پیش کرتا ہے، نیز ایسے ایسے حقائق کا انکشاف کرتا ہے کہ بڑے بڑے علماء وجد میں آجاتے ہیں۔

فتح الرحمٰن کے بعد الفوز الکبیر کا ذکر ضروری ہے۔ الفوز الکبیر فارسی زبان میں اصولِ تفسیر پر نہایت جلیل القدر اور قیمتی تصنیف ہے۔ یہ نادر کتاب اختصار کے باوجود جامعیت

کی حامل ہے۔ شاہ صاحب نے قرآن فہمی کے اصول سمجھانے کے لیے اس مختصر کتاب میں محققانہ انداز میں بیش بہا معلومات جمع کردی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اپنی تمام عمر بھی تفسیروں کے مطالعہ میں بسر کردیں، تب بھی ایسے قیمتی اور نادر نکات نہیں ملیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ طالب قرآن مجید الفوز الکبیر سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ الیانع الجنی کا فاضل مؤلف اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور اسے اپنے موضوع کی بے نظیر اور لاجواب کتاب قرار دیتا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ طبع ہوچکی ہے۔ بعض اہل علم نے اسے عربی زبان میں بھی منتقل کردیا ہے۔ المکتبۃ السلفیۃ لاہور نے اس کا عربی متن بڑے اہتمام سے عربی ٹائپ میں شائع کیا تھا۔

تفہیم القرآن کے سلسلے میں شاہ صاحب نے ایک اور مختصر مگر مفید کتاب فتح الخبیر اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ کتب حدیث میں سے تفاسیر ماثورہ کو جمع کرکے فتح الخبیر میں قلم بند کرکے دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ یہ کتاب بھی کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔

ترویجِ حدیث

اسلامی علوم کا دوسرا سرچشمہ حدیث نبویؐ ہے۔ شاہ صاحب نے عوام و خواص میں حدیث نبویؐ اور سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رواج دینے کے لیے بڑی محنت اور محبت کا ثبوت دیا۔ ترویج حدیث کے لیے آپ کی نگاہِ انتخاب امام مالکؒ کی المؤطأ پر پڑی، اور اس کی وجوہات تھیں۔ بہرحال حضرت شاہ ولی اللہ نے المؤطأ کی ایک مختصر شرح فارسی زبان میں المصفّیٰ کے نام سے تحریر فرمائی اور اس کے شروع میں المؤطأ کی اہمیت و فضیلت پر ایک شاندار دیباچہ رقم فرمایا۔

اگرچہ یہ کام بذاتِ خود بڑا اہم تھا، لیکن شاہ صاحب اس بات پر بھی مطمئن نہ ہوسکے۔ آپ کی فارسی شرح کے مخاطب عموماً جمہور مسلمان تھے۔ آپ علماء کو بھی خطاب کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ علمائے دین اور خواص امت کے لیے ایک شرح عربی زبان میں المُسَوّیٰ مِنْ اَحَادِیْثِ المُوَطّأ کے نام سے لکھی۔ المسویٰ شرح بھی ہے اور مستقل تالیف بھی۔ شاہ صاحب نے اس کتاب کو اپنے خاص انداز میں ترتیب دیا ہے۔ ہر باب کے شروع میں قرآن مجید کی متعلقہ آیات زینتِ عنوان ہیں۔ احادیث درج کرنے کے بعد ائمۂ کرام کی فقہی آراء پیش کرتے ہیں، اور پھر مسئلہ پر بحث ختم کرتے سے پہلے "قُلْتُ" (یعنی میں کہتا ہوں، یا میری رائے ہے) لکھ کر اپنی رائے اور تحقیق بھی درج فرمادیتے ہیں۔

برعظیم پاک و ہند میں المسوّیٰ عام طور پر المصفیٰ کے ساتھ حاشیہ پر طبع ہوتی رہی ہے۔ لیکن المطبعۃ السلفیۃ مکہ مکرمہ سے المسوّیٰ کا ایک نہایت عمدہ ایڈیشن ۱۳۵۱ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن کئی اعتبار سے اہم ہے۔ اس کے مقدمہ میں شاہ صاحب کے مختصر حالات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ المصفیٰ کے فارسی دیباچہ کا عربی ترجمہ مولوی عبدالوہاب دہلوی کے قلم سے شاملِ کتاب ہے۔ اور ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے قلم سے حواشی بھی درج کتاب ہیں۔

رموزِ دین اور اسرارِ شریعت

اسلامی علوم کی ترویج کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ رح کا ایک شاہ کار حجۃ اللہ البالغہ ہے۔ عربی زبان میں اسرارِ شریعت اور رموزِ دین پر ایسی جلیل القدر کتاب لکھ کر اس مجدّدِ زمان، اور قطبِ دوران نے ملّتِ اسلامیہ کے لیے دین اور شریعت کو سمجھنے میں بڑی سہولت پیدا کر دی۔ اس کتاب میں مذہب کے قواعد و اصول، شریعت کے اسرار و رموز اور مقاصدِ دین کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ احکامِ شریعت کی خوبیاں اور اسلامی تعلیمات کی حکمتیں سمجھانے کے لیے اپنے اسلوب و نوعیت کی یہ منفرد کتاب ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کی پہلی اشاعت اور طباعت کا شرف نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے حصّے میں آیا۔ بعد ازاں یہ کتاب برصغیر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ مصر کے ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ نے بڑے اہتمام کے ساتھ دو جلدوں میں شائع کی ہے، پہلا حصّہ ۱۳۵۲ھ اور دوسرا حصّہ ۱۳۵۵ھ میں۔ کتاب کے چند مباحث پر نظر ڈالنے سے کتاب کے پھیلاؤ، گہرائی اور اسلوب کا ایک ہلکا سا تصوّر ہو سکتا ہے۔ حصّہ اوّل کے چند مباحث درج ذیل ہیں:

وہ قواعد کلیہ جن سے احکامِ شرعیہ کے بارے میں مصالح مرعیہ کا استنباط ہوتا ہے: جزا و سزا، تدبیر و منزل، آدابِ معاش، معاملات، سیاستِ مدنیہ، نیکی اور گناہ، سیاستِ ملّیہ، حدیثِ نبوی سے استنباطِ شرائع۔ مصالح اور شرائع کے درمیان فرق، کتاب و سنت سے معانیٔ شرعیہ کا مفہوم، اختلافاتِ حدیث کا فیصلہ، فروعی مسائل میں صحابہ اور تابعین کے اختلافات کا سبب، فقہاء کے مسلکی اختلاف کے اسباب، اہل حدیث اور اصحاب رائے میں فرق۔

دوسرے حصّے میں اسرارِ دین و رموزِ شریعت کا بیان ہے۔ فقہی اور معاشرتی و اقتصادی

مسائل اور ان کا فلسفہ بیان کرنے سے پہلے ایک عنوان "الاعتصام بالکتاب والسنۃ" قائم کرکے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، کتاب و سنت کی اہمیت اور ان سے اعتصام کی ضرورت پر بڑا زور دیا ہے۔ اس بارے میں شاہ صاحب کے موقف کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ پھر ذیل کے مباحث کے احکام اور اسرار و رموز پر انشراح صدر کے ساتھ اظہارِ خیال کیا ہے:

طہارت، وضو، غسل، تیمم، نماز کے مسائل و احکام، زکات، روزہ، حج، احسان اذکار، مقامات و احوال، تلاشِ رزق، خرید و فروخت، الفرائض، تدبیر منزل، عائلی زندگی، خلافت، قضا (عدلیہ) جہاد، معیشت، مسکرات، لباس، زینت اور برتن، مجلسی آداب سلام و آدابِ سلام، زبان کی حفاظت، نذروں اور قسموں کے احکام، سیرت النبی، فتنے، مناقب صحابہ کرامؓ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔

کتاب کی افادیت و اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مولانا عبدالحق حقانی، مؤلف تفسیر حقانی ایسے اہلِ علم و فضل نے نعمۃ اللہ السابغۃ کے نام سے حجۃ اللہ البالغۃ کا اردو ترجمہ ۱۳۰۲ھ میں کیا۔ یہ ترجمہ سندھ کے ایک کتب خانے میں محفوظ پڑا تھا۔ چند سال ہوئے کہ نور محمد اصح المطابع کراچی والوں نے مع عربی متن دو جلدوں میں شائع کرکے اہلِ ذوق کے لیے چشمۂ فیض جاری کر دیا ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد اس کا ایک ترجمہ مولانا محمد سورتی مرحوم ایسے بلند پایہ عالم اور یگانۂ روزگار ادیب نے شروع کیا تھا، لیکن انجام معلوم نہیں ہو سکا۔

اس قیمتی اور نادر کتاب کا ایک ترجمہ مولانا عبدالرحیم پشاوری مرحوم کے قلم سے دو جلدوں میں قومی کتب خانہ والوں نے لاہور سے ۱۹۵۳ء میں شائع کرکے بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔

اس کا ایک اور ترجمہ مولانا محمد اسماعیل گودھروی کے قلم سے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کیا ہے۔

اسرارِ شریعت کی وضاحت میں تین اور کتابیں بھی قابلِ ذکر ہیں:

(۱) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ (۲) الخیر الکثیر اور (۳) عقد الجید فی احکام الاجتہاد

والتقلید۔ ان کتابوں میں بھی شاہ صاحب نے بڑے اعتدال اور توازن کے ساتھ بحث کی ہے آخرالذکر کتاب میں شاہ صاحب نے اجتہاد پر زور دیتے ہوئے فقہی جمود کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور اہل حدیث کو تفقہ فی الحدیث کا درس دیا ہے۔ بڑے عالمانہ انداز میں قرآن وسنت کا مقام وموقف متعین کرکے حدیث وفقہ کی حدود مقرر کی ہیں اور اجتہاد وتقلید کی حدود پر بحث کرتے ہوئے اعتدال کی راہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مؤخرالذکر دونوں کتابوں کے اردو تراجم بھی موجود ہیں۔

شاہ صاحب نے اپنی اکثر کتب میں اسلامی عقائد وعبادات کی توضیح وتشریح کا فرض بھی ادا کردیا ہے لیکن بعض ہلکی پھلکی کتابوں میں عقائد کی تبلیغ واشاعت کا منصب بھی اختیار کیا ہے، مثلاً البلاغ المبین، حسن العقیدہ وغیرہ۔ البلاغ المبین کے اردو تراجم بکثرت ملتے ہیں لیکن بعض اہل علم شاہ صاحب سے ان کتابوں کی نسبت کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔

اسلامی تصوّف

اسلامی علوم کی ترویج میں شاہ ولی اللہ رح کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے تصوّف کو خالص اسلامی رنگ دیا۔ قرآن وسنت سے ربط وتمسک پیدا کرکے تصوف کو پھر سے قرآن وسنت کے تابع کر دیا اور غیر اسلامی خدوخال سے پاک، اس تصوف کا عملی نمونہ خود اپنی زندگی اور کردار میں پیش کیا۔ ذکرِ الٰہی، فکرِ معاد، اذکار واورادِ مسنونہ سے وابستگی، تبتل الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کو یک جا کرکے ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔ اور ہر معاملے میں قرآن وسنت کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی۔ اس موضوع پر البدور البازغۃ، الطاف قدس، سطعات، القول الجمیل، شرح حزب البحر وغیرہ ایسی بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

اسلامی معاشرہ

اسلامی علوم کی ترویج کے سلسلہ میں شاہ صاحب کے منصوبے کا آخری نکتہ اسلامی معاشرے کی تشکیل وقیام تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے سلسلے میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ رح کی مساعی کچھ کم قابلِ قدر نہیں ہیں۔ ازالۃ الخفا لکھ کر خلافتِ راشدہ کا صحیح تصوّر، خلفائے راشدین کا مقام بلند، ان کی خدماتِ جلیلہ اور سیاست کاری کے اصول واضح کیے ہیں۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلامی معاشرے

میں اختلافات کم کر کے اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا کی جائے۔

شاہ صاحب کے نزدیک اسلامی معاشرے کا قیام اسلامی حکومت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے اپنے عہد کی اسلامی طاقتوں سے رابطہ پیدا کیا۔ پہلے نجیب الدولہ کو، پھر احمد شاہ ابدالی کو خطوط لکھے اور انھیں اسلامی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر معرکۂ پانی پت کے لیے دعوت دی۔ ان اجمالی اشارات کی تفصیلات کے لیے "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" کا مطالعہ بڑی مفید معلومات مہیا کرتا ہے۔

تاریخِ جمہوریت

از

شاہد حسین رزاقی

قبائلی معاشروں اور یونان قدیم سے لے کر عہدِ انقلاب اور دورِ حاضرہ تک جمہوریت کی مکمل تاریخ جس میں جمہوریت کی نوعیت و ارتقاء، مطلق العنانی اور جمہوریت کی طویل کشمکش، مختلف زمانوں کے جمہوری نظامات اور اسلامی و مغربی افکار کو واضح کیا گیا ہے یہ کتاب پنجاب یونی ورسٹی کے بی، اے آنرس کے نصاب میں داخل ہے۔

قیمت : ۸ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری اِدارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور